حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں

تحریر: ام عبد منیب

نامحرموں کے سامنے: پردے کا دستور کسی خاندان میں ہوتا یا نہ ہوتا، دونوں صورتوں میں شریف گھرانوں کے والدین کنواری لڑکی کو جوان نامحرم افراد (کزن وغیرہ) کے سامنے نہیں آنے دیتے تھے۔ نہ ہی کسی جوان بھتیجے یا بھانجے کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ جوان لڑکیوں والے گھر میں آ کر زیادہ دیر رہے۔

ہماری بزرگ خواتین اور مردوں کے دلوں میں شعوری یا لاشعوری طور پر یہ بات اچھی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ باپ صرف وہی ہے جس نے پیدا کیا ہے اور بھائی وہی ہے جو ماں جایا یا باپ جایا ہوتا ہے۔ چچا، تایا، دادا، نانا، ماموں اور بھائی کے علاوہ دنیا کا کوئی مرد ایسا نہیں جس کے سامنے بچیوں کو باپ یا بھائی کی طرح سامنے آنے کی اجازت دی جائے۔

دور حاضر میں لڑکیاں اپنے کزنوں کے نہ صرف سامنے آجاتی ہیں بلکہ ان کے ساتھ اس طرح بات چیت کرتی ہیں جس طرح وہ اپنے بھائیوں اور سہیلیوں سے کرتی ہیں۔ کزن بغیر کسی روک ٹوک کے گھروں میں آتے ہیں۔ بعض گھرانوں میں کزن ہی لڑکیوں کو کالج چھوڑنے جاتے اور واپس لاتے ہیں یا لڑکیوں کو کسی اور جگہ جانا ہو تو کزنوں کے ساتھ بچیوں کو بھیج دیا جاتا ہے۔ سیر و تفریح مل کر کرنا ایک معمول بن چکا ہے۔ مل کر ٹی وی دیکھنا، امتحانات کی تیاری مل بیٹھ کر کرنا، ڈرامہ و فلم مل کر دیکھنا اور اس پر تبصرہ کرنا، مل کر کیرم، لڈو، فٹ بال، سکوائش یا کمپیوٹر گیمز کھیلنا، موبائل، فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے باہم گپ شپ کرنا ایک عمومی بات ہے۔

نوجوان لڑکیوں کا خاندان سے باہر کے مردوں کے سامنے کھلے چہرے یا عام غیر ساتر لباس میں سامنے آنا برا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے دور حاضر کی ایک معقول روش کا نام دیا جاتا ہے۔

گھر سے باہر جانے سے گریز: سابقہ معاشرت میں والدین بچیوں کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ شادی سے پہلے عورت کی یہ اہم خوبی خیال کی جاتی تھی اور باپ اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ میری بیٹی نے کبھی گھر کی دہلیز سے باہر قدم نہیں رکھا۔ انہیں اس کا خوب علم تھا کہ رب کریم کو بھی خاتون کی یہ صفت پسند ہے کہ وہ گھر میں

ٹھہری رہے اور بلا ضرورت باہر نہ نکلے .... فرمانِ ربی ہے: ﴿وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب:۳۲) ''اورتم اپنے گھروں میں ٹکی رہو''۔

اب لڑکیاں بھی گھر سے اتنا باہر نکلتی ہیں جتنا مرد نکلتے ہیں۔ روزانہ اسکول اور کالج جانا، خریداری کرنا، سہیلیوں اور رشتہ داروں سے ملنے ملانے جانا، تقریبات میں شمولیت کیلئے جانا، سیر وتفریح کیلئے جانا، ملازمت کیلئے گھر سے باہر جانا حتی کہ بل بھروانے اور سبزی خریدنے جانا...... سب امور میں مرد اور عورت کی تخصیص ختم ہوچکی ہے۔ حالانکہ عورت کیلئے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے باہر نکلنا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ''۔ (سنن ترمذی. ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراهية الدخول علی المغيبات) ''عورت چھپانے کی چیز ہے، پھر جب وہ نکلتی ہے تو اس کو شیطان جھانکتا ہے تاکہ اس کے سبب سے لوگوں کو فتنے میں ڈالے''۔

ضرورت وہ ہے جس کے دستیاب نہ ہونے پر کسی تکلیف پہنچنے کا یا نقصان کا خدشہ ہو۔ آئے دن سہیلیوں سے ملنے کیلئے جانا، تقریبات میں شامل ہونا، تفریح کیلئے گھر سے نکلنا، ملازمت کیلئے نکلنا (سوائے معاشی مجبوری کے) یا کسی کو کسی دوسرے کے گھر چھوڑنے جانا لڑکیوں کی قطعاً کوئی مجبوری نہیں ہے۔ نیز کنواری لڑکیوں پر گھر سے باہر کے رشتہ داروں کے حقوق تصور ہی نہیں کئے جاتے جنہیں ادا کرنا ان کیلئے ضروری ہو۔ یہ کام ان کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کا ہے۔ گھر میں مرد موجود ہوتے ہوئے بھی عورت کا ان کے مخصوص کام اور ذمہ داریاں نبٹانے کیلئے گھر سے نکلنا درست نہیں، مثلاً خریداری کرنا یا بل بھروانا وغیرہ۔ کیونکہ یہ ذمہ داری مردانہ ہے زنانہ نہیں البتہ جب کسی کے ہاں کوئی مرد سرے سے موجود ہی نہ ہو وہاں بزرگ عورتیں یہ کام کرسکتی ہیں بچیوں کیلئے ایسے کام سرانجام دینا پھر بھی درست نہیں۔

لڑکیاں اور بازار: سابقہ معاشرت میں بچی چاہے دو سال کی ہوتی اسے دکان پر بھیجنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ بڑے بزرگ کنواری بچیوں کو کسی بھی خریداری کیلئے بازار ساتھ لے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ کپڑے جو بھی ہوتے اور جیسے بھی آتے لڑکیاں پہن لیتی تھیں۔ اپنی پسند کا اظہار کرنے کی ان میں جرأت ہی نہیں ہوتی تھی اور یہی بات اسلام کو مطلوب ہے کہ ضروریات زندگی میں اصل مسئلہ ضرورت مہیا ہونا ہے نہ یہ کہ وہ حسب پسند ہو۔ مہنگی، خوبصورت یا منفرد ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اَحَبُّ الْبَلَادِ اِلَى اللهِ مَسَاجِدُ هَا وَاَبْغَضُ الْبُلَادِ اِلَى

اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا)۔(مسلم عن ابی ھریرۃؓ، صحیح الجامع، خواتین اور رمضان المبارک)''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں''۔

لہٰذا والدین اس سے بخوبی واقف تھے کہ عورت خواہ بوڑھی بھی ہو تو اس کا بازار جانا مناسب نہیں چہ جائیکہ وہ کنواری ہو۔ دورِ حاضر میں والدین بچیوں کو خود دکانوں پر بھیجتے اور ان سے سودا سلف وغیرہ منگواتے ہیں۔ اکثر آٹھ آٹھ، دس دس سال کی بچیاں سائیکل پر دکان سے دودھ، دہی، انڈے، دالیں، ماچس وغیرہ لینے جاتی ہیں۔ مائیں بازار جاتے ہوئے بچیوں کو ساتھ لے جا کر ان کی پسند کے کپڑے جوتے، چوڑیاں، مہندی وغیرہ خریدتی ہیں۔ غرض کنواری لڑکیوں کا اب بازار جانا ایسے ہی معمول ہے جیسے لڑکوں یا مردوں کا بازار جانا۔ بازار اور راستوں میں بچیوں پر کیسے کیسے آوازے کسے جاتے ہیں، کتنی غلیظ اور ناپاک نظریں ان پر تیر برساتی ہیں؟ اس سے ہر مرد و عورت واقف ہے۔ اس کے باوجود بازار جانے کو عورت کی ضرورت سمجھا جا رہا ہے۔ **یااسفٰی للعجب**

تعلیم اور حفظ حیا: سابقہ معاشرت میں والدین بچیوں کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے گھر سے باہر بھیجنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہیں گھروں میں ہی قرآن حکیم، اس کا ترجمہ یا لکھنا پڑھنا سکھا دیا جاتا تھا۔ بعض گھرانوں میں فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب، ریاضی وغیرہ بھی بچیوں کو پڑھا دی جاتی۔ گھر کے مرد یا پڑھی لکھی خواتین کو یہ بخوبی احساس ہوتا تھا کہ بچی کو پڑھنا لکھنا سکھانا ان ہی کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ والدین بچیوں کو اسکول اور کالج کی مروجہ تعلیم نہیں دلاتے تھے کیونکہ اس کیلئے بچی کو گھر سے نکلنا پڑتا تھا، غیر مردوں سے پڑھنے کا خدشہ بھی ہوتا تھا نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ استاد کس کردار کے حامل ہوں گے؟ لہٰذا اسکول کی ڈگری حاصل کرنے کے بجائے لڑکی کی تربیت اور قابلیت اور حیا کی حفاظت کو اولیت حاصل تھی۔ یہ عام خیال پایا جاتا تھا کہ اسکول اور کالج یا کسی مدرسے میں یا ہوسٹل میں رہ کر پڑھنا صرف لڑکوں کیلئے ہے۔ بچی کیلئے اس قسم کی تعلیم کا کوئی تصور بھی نہیں تھا۔

دورِ حاضر میں لڑکیوں کو لڑکوں سے بھی زیادہ تعلیم دلائی جا رہی ہے۔ وہ سکول، کالج اور اکیڈمی میں نامحرم اساتذہ سے پڑھتی ہیں اور نامحرم لڑکوں کے درمیان دن کا زیادہ حصہ گزارتی ہیں۔ نتیجہ مغرب کی طرح گھروں سے بھاگنے، خود ہی کسی لڑکے سے نکاح رچا لینے، ماں باپ کے خلاف باغیانہ روش اور اسلامی تہذیب وتمدن سے نفرت اور بیزاری کی صورت سامنے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ستر و حجاب کو جب پس پشت ڈالا جائے تو پھر اس کا انجام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسلام میں تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

ہے: (طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)۔ (مقدمہ ابن ماجہ) ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

لیکن اس سے مراد دینی علم ہے نیز ایسا علم جو مسلمان کو مسلمان رہنے اور مسلمان بنانے میں معاون ثابت ہو، دینی علم کو حاصل کرنے میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن اس علم کو حاصل کرنے میں بھی مردوں اور عورتوں کا یک جا بیٹھ کر علم حاصل کرنا پسند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ خواتین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: (غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْماً مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَ هُنَّ يَوْماً لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَ هُنَّ فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ: مَامِنْكُنَّ اِمْرَأَةٌ يُقَدِّمُ ثَلاثَةً مِنْ وُلْدِهَا اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَاباً مِنَ النَّارِ، فَقَالَتْ اِمْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ، فَقَالَ وَاثْنَيْنِ)۔ [بخاری، كتاب العلم ،باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم] ''مرد آپ ﷺ کے پاس آنے میں ہم پر غالب ہوئے، آپ ﷺ اپنی طرف سے ہمارے لئے ایک (خاص) دن مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے ان سے ملنے کا وعدہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت کی اور شرعی احکام بتائے، آپ ﷺ نے ان کو جو باتیں بتائیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے تو وہ آخرت میں اس کیلئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے، ایک عورت نے عرض کیا ''اگر دو بھیجے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور دو بھی۔ (دوزخ سے آڑ بن جائیں گے) اسلام نے تو عبادات ہوں یا معاملات، گھر کی چاردیواری ہو یا بازار اور رستے، کہیں بھی مخلوط معاشرے کو پسند نہیں کیا بلکہ سختی سے مردوں عورتوں کو جدا جدا رہنے کی تاکید ہے۔

دور حاضر میں لڑکیوں کو جو دنیوی تعلیم دلائی جارہی ہے وہ ان کی نہ تو مجبوری ہے نہ ضروری۔ اس کے باوجود اس کیلئے ستر وحجاب اور حیا کی دیواریں توڑی جارہی ہیں۔

حیا اور کڑھائی سلائی وغیرہ: سابقہ معاشرت میں کھانے پکانے اور سلائی کڑھائی کا کام عورتیں اپنی بچیوں کو گھروں ہی میں سکھایا کرتی تھیں۔ تب ان کاموں کو این جی اوز، گورنمنٹ یا رفاہی اداروں نے ایک پیشے کی حیثیت سے متعارف نہیں کروایا تھا، بلکہ یہ ہر عورت کی قابلیت کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔

دور حاضر کے ابلیسی ذہن نے ان کاموں کو ایک آرٹ اور ہنر کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بظاہر قوم کی بچیوں کا مستقبل سنوارنے اور بے سہارا خواتین کو ہنر سکھانے کے نام پر جگہ جگہ ٹریننگ سنٹر کھلے ہوئے ہیں۔ جہاں ہنر سیکھنے کے ساتھ ساتھ ان اداروں کے مالکان لڑکیوں کو اور بھی بہت کچھ سکھلاتے ہیں، ایسا بہت کچھ جو اُن کی حیا اور اسلامی تشخص کیلئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان اداروں میں انہیں مادر پدر آزادی اور حقوق کا

ایسا شعور دیا جاتا ہے کہ وہ والدین، خاندان اور اخلاقی اقدار ہی سے فرار حاصل کر لیتی ہیں۔

حفظ حیا اور لباس: سابقہ معاشرت میں مائیں اپنی بیٹیوں کا لباس بناتے وقت یہ خیال رکھتی تھیں کہ نہ تو شوخ اور بھڑکیلا ہو، نہ کڑھائی اور گوٹے کناری والا۔ تقریبات پر بھی یہ خیال رکھا جاتا تھا کہ کنواری لڑکیاں جاذب نظر لباس نہ پہنیں۔ معاشرے میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ بھڑکیلے، چمکیلے، گوٹے طِلّے اور کڑھائی والے لباس صرف شادی شدہ عورت کیلئے ہیں۔ یہ تفاوت اتنا عام اور جانا پہچانا تھا کہ لڑکیوں کا لباس دیکھ کر ہی عورتیں سمجھ جاتی تھیں کہ فلاں شادی شدہ ہے اور فلاں کنواری پیلا، لال اور گلابی رنگ دلہنوں یا شادی شدہ عورتوں کیلئے مخصوص تھا۔

ہماری بزرگ خواتین یہ خوب جانتی تھیں کہ کسی عورت کا بھڑکیلے اور خوبصورت کپڑے پہننا، پہننے والی کے دل میں یہ خواہش ابھارتا ہے کہ کوئی اس لباس پر تعریفی نظر ڈالے اور پھر پہننے والی کو بھی دادِ حسن یا دادِ انتخاب دے۔ اب کنواری لڑکیوں کے لباس میں شوخی، جاذبیت، سلائی کڑھائی اور پرنٹ میں انفرادیت اور خوبصورتی کا رواج شادی شدہ عورتوں کی نسبت زیادہ ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ شادی شدہ خواتین گھریلو مصروفیات یا معاشی مشکلات کی وجہ سے اس کی متحمل نہیں ہوسکتیں جبکہ کنواری لڑکیوں کے پاس وقت بھی ہوتا ہے، شوقین مزاجی بھی اور والدین بھی ان کی خواہشات کو پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تمام والدین اس حقیقت سے واقف ہیں کہ لڑکیوں کی ایسی خواہشات پوری کرنا جن سے ان کی حیا کو ٹھیس پہنچے خود والدین کے حق میں ہلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔ کنواری لڑکیوں کے ذہن میں خود مائیں اور معاشرہ بھی یہ بات بٹھا دیتا ہے کہ اگر وہ خوش شکل اور خوش پوش نہیں ہوں گی تو انہیں کوئی لڑکا پسند نہیں کرے گا لہٰذا انہیں بننے سنورنے کے تمام گر سکھائے اور بتائے جاتے ہیں۔ حالانکہ نکاح سے پہلے دوسروں کی نظروں میں خوبصورت لگنے والے بناؤ سنگھار اختیار کرنا تحفظ عصمت و حیا کے حوالے سے خطرناک رجحان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (**صِنۡفَانِ مِنۡ اَهۡلِ النَّارِ لَمۡ اَرَهُمَا قَوۡمٌ مَعَهُمۡ كَأَذۡنَابِ الۡبَقَرِ يَضۡرِبُوۡنَ بِهَا النَّاسُ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيۡلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسۡنِمَةِ الۡبُخۡتِ الۡمَائِلَةِ لَا تَدۡخُلۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يَجِدۡوۡنَ رِيۡحَهَا وَاِنَّ رِيۡحَهَا لَيُوۡجَدُ مِنۡ مَسِيۡرَةِ كَذَا وَكَذَا**)۔ [**صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات**] ”دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا، ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے، دوسرے وہ عورتیں ہوں گی جو

لباس تو پہنتی ہوں گی مگر ننگی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کرنے والیاں اور خود (غیر مردوں کی طرف) مائل ہونے والیاں، ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہوگی''۔

اس حدیث میں مائلات غیر مردوں کی طرف مائل ہونے والیاں اور ممیلات غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں سے مراد یہ ہے کہ ایسے بناؤ سنگھار کریں گی اور ایسے کپڑے پہنیں گی نیز ایسے ناز و انداز اختیار کریں گی جن کی وجہ سے مردان کی طرف رغبت کریں گے۔ لڑکیوں کو قبل از نکاح لباس، میک اپ، جیولری، میچنگ کی مختلف مصنوعات بنانے والوں، تشہیر کرنے والوں، فلم ڈرامہ کو پیش کرنے والوں اور رفاہی اداروں کے کرتا دھرتا لوگوں نے چاٹ تو لگائی ہی ہے والدین نے بھی اس طوفان بدتمیزی کو ہنسی خوشی قبول کر لیا ہے۔

کہا جا رہا ہے کہ لڑکیاں خوبصورت نظر نہیں آئیں گی تو رشتہ نہیں ہوگا، موجودہ معاشرت نے یہ تجربہ کر کے بھی دیکھ لیا ہے، لڑکیوں کے رشتے پھر بھی دو دیر ہی سے ہو رہے ہیں جس کی دیگر بہت سی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کنواری لڑکیوں کا فطری حسن میک اپ کے اوپر بنائے گئے رنگ و روغن نے ہڑپ کر لیا ہے۔ نیز ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کر کے اپنا مقصد کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ رشتہ جب اور جہاں لکھا ہے، ہو کے رہتا ہے، لہٰذا ان بے حیا، دین بیزار اور شیطانی طریقوں کے چنگل سے خود کو آزاد رکھ کر رب کریم کی اطاعت اور مہربانی کے دامانِ پناہ میں آ جانا ہی سب سے بہتر رویہ ہے۔

سابقہ معاشرت میں لڑکیوں کے نئے نئے کپڑے پہننے کے شوق کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھی صرف عیدالفطر پر نئے کپڑے بنائے جاتے، وہی عیدالاضحیٰ پر پہنے جاتے تھے، کبھی واقعی ضرورت ہوتی تو نئے کپڑے بنائے جاتے۔ کپڑے پرانے ہو جاتے یا رنگ خراب ہو جاتا تو بھی ان کے پہننے میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی تھی۔ پرانے کپڑوں کو پیوند لگا کر پہنا جاتا۔ اگر کبھی کنواری لڑکیاں نئے کپڑے پہنتیں تو انہیں باپ اور بھائیوں کے سامنے ان نئے کپڑے کے ساتھ آتے ہوئے شرم آتی تھی۔

اب باپ اور بھائی خود مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں سوٹ کے ساتھ فلاں جیولری پہنو، فلاں جوتا اور فلاں انداز کا میک اپ کرو۔ دنیا بھر کے رسائل، اشتہارات اور فلمیں وغیرہ بچوں، لڑکیوں، جوانوں اور بوڑھوں کو یہ ترغیب دینے میں مشغول ہیں کہ وہ کس قسم کے لباس، کس قسم کا میک اپ، کس قسم کے زیور اور کس قسم کی حرکات

وسکنات اور گفتگو سے اپنی شخصیت کو پرکشش بنا سکتے اور دوسروں سے نمایاں نظر آسکتے ہیں اور کیسے وہ لوگوں سے اپنے حسنِ انتخاب لباس یا انتخاب زیور اور میک اپ وغیرہ پر دوسروں سے داد وصول کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ مِنَ الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مُذِلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اُلْهِبَ فِي النَّارِ)۔(ابوداؤد: ۴۰۲۹۔ابن ماجہ: ۳۶۰۶)''جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ کا شعلہ بھڑکا دے گا''۔

رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ مبارکہ میں شہرت طلبی اور نام ونمود کتنے بڑے گناہ تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پناہ مانگی ہے، فرمایا: (اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ، وَالنِّفَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّيَا)۔[مستدرک حاکم، بیہقی، اصحیح الجامع بحوالہ ذکرِ الٰہی از منیر قمر سیالکوٹی]''میں تیری پناہ چاہتا ہوں فقر، کفر، فسوق (گناہ) نافرمانی، نفاق، شہرت اور نمود ونمائش سے''۔

سابقہ معاشرت میں گھروں میں لڑکیاں ہر وقت موٹا دوپٹہ اوڑھے رہتی تھیں اگر کبھی سر سے چادر یا دوپٹہ کھسک جاتا تو ماؤں یا دادیوں، نانیوں کے ایک نظر دیکھ لینے سے ہی لڑکیاں سمجھ جاتیں اور دوپٹہ سر پر لے لیتیں۔ اگر دوپٹہ اترا ہوتا تو دادی، نانی، امی یا کسی بزرگ خاتون کے سامنے آنے کا پتہ چلتے ہی بڑے سلیقے سے دوپٹے سروں پر آجاتے۔ گھر کے کسی محرم مرد، باپ، دادا یا چچا ماموں کے سامنے تو دوپٹہ اتارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہماری بزرگ خواتین یہ جانتی تھیں کہ دوپٹہ عورت کے بدن کے نشیب وفراز کو دوسروں کی نظروں سے چھپانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر لڑکیوں کو کبھی کبھی دوپٹہ اتارنے کی عادت پڑ جائے تو پھر آہستہ آہستہ یہ ترک بھی ہو سکتا ہے۔ نیز مردوں کے اچانک سامنے آجانے پر دوپٹہ اوڑھنے کی عادت کم ہونے سے بے پردگی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں دوپٹے کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱]''اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں ضرور اوڑھے رہا کریں''۔

لیکن دورِ حاضر میں دوپٹہ سروں سے گھر کی چاردیواری سے باہر بھی کھسک چکا ہے۔ اب یا تو وہ گلے میں ہوتا ہے یا کندھے پر لٹکا ہوا، جبکہ گھروں میں لڑکیاں دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتی ہیں اور گھر میں باپ، بھائی اور کزن وغیرہ کے سامنے بلا جھجک بغیر دوپٹے کے آتی ہیں۔ بلکہ گھر میں آنے والے مہمانوں اور دروازے پر آنے والے اجنبی مردوں سے بھی بغیر دوپٹے کے دروازہ کھول کر سامنے کھڑے ہو کر بات کرنے میں عار محسوس نہیں کرتیں۔

اندرونی کپڑے اور حیا: تب عورت کے اندرونی کپڑوں کا نام عورتوں کے سامنے بھی لینے سے گریز کیا جاتا

تھا۔عورتیں انہیں خود ہی راز داری سے سی لیتیں یا دوسری عورتوں سے سلوا کر استعمال کرتی تھیں۔آج عورت کے ننگے جسم پر کپڑے پہنا کر اسے اشتہارات میں سرِ عام دکھایا جاتا ہے۔ ریڑھیوں، بازاروں اور دکانوں میں یہ کپڑے یوں رکھے ہوتے ہیں جیسے بچوں کے کھلونے۔عورتوں کے کپڑے دھونے کے بعد خواتین ایسی جگہ پر پھیلاتی تھیں جہاں غیر مردوں کی نظر نہ پڑے۔وہ خواتین یہ خوب جانتی تھیں کہ اکثر مرد خواتین کے کپڑوں کو دیکھ کر ان کے پہننے والی کا تصور دل میں قائم کرنے اور پھر خیالوں ہی خیالوں میں یا حقیقتاً بہت سے اگلے مراحل کے بارے میں سوچتے ہیں اور قدم اٹھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

حفظِ حیا اور تقریبات: ہماری سابقہ معاشرت میں عموماً مائیں ہی شرکت کرتی تھیں، شریف گھرانے اپنی جوان بیٹیوں کو کسی خاندانی تقریب پر بھی لے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔کیونکہ ان مواقع پر مردوں کی تانک جھانک اور بے پردگی کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔وہ یہ جانتی تھیں کہ ایسی تقریبات میں شرکت صرف بڑوں کا کام ہے۔چھوٹے یا غیر شادی شدہ بچے بچیوں پر ابھی اس قسم کے حقوق ادا کرنے کا اطلاق نہیں ہوتا لہٰذا انہیں تقریبات میں لے جانا غیر ضروری ہے۔اب تقریب خاندان کے کسی گھر میں ہو یا پڑوس میں یا کسی دوست اور سہیلی کے گھر میں ....

ملکی تقریب ہو یا سماجی، اسلامی تقریب ہو یا غیر مسلموں کی ہر تقریب کی جان اور آن بان نوجوان لڑکے لڑکیاں ہوتے ہیں جو ایسا لباس، ایسی وضع قطع اور اس انداز سے چہک چہک کر بھاگے پھرتے ہیں جیسے ان کے بغیر یہ تقریب ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ نیز ان تقریبات کے بہانے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا ٹکراؤ، آمنا سامنا، بات چیت، اشارے کنائے، مسکراہٹوں کے تبادلے کون کون سے طوفان اٹھاتے ہیں اور حیا کو پامال کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس سے سبھی واقف ہیں۔اسلام میں صرف دو ہی مذہبی تقریبات ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ (دیکھئے صحیح مسلم عن انس بن مالکؓ) جبکہ اب ہر ہفتے کوئی نہ کوئی نئی تقریب اس لئے منائی جاتی ہے تاکہ نوجوان نسل گھٹن سے نکلے اور اسے تفریح کا موقع ملے اور تفریح کا مفہوم ہمارا معاشرہ خوب جانتا ہے۔سالگرہ، مایوں، مہندی، ویلنٹائن ڈے، بسنت شادی شدہ جوڑوں کی دعوت، جشنِ آزادی، برسی، قل، تیسواں، چالیسواں، عقیقہ، بچے کی پیدائش، نیا مکان یا دکان لینے پر تقریب، بچوں کے پاس ہونے پر تقریب، نیوائیر نائٹ، اسکولوں اور کالجوں میں مینا بازار، کلر ڈے، غرض سینکڑوں قسم کی تقریبات صرف اس لئے گھڑ لی گئی ہیں یا منائی جاتی ہیں کہ اس طرح ہلہ گلہ کرنے، کھانے پینے اور کپڑے اور لباس پہن کر شیخیاں بگھارنے کا موقع ملتا ہے۔اسلام ایسی تفریحات کا سرے سے قائل ہی نہیں، ضروری تقریبات میں بھی مخلوط دعوتوں اور بن ٹھن کر آنے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ (جاری ہے)

(بشکریہ ہفت روزہ **الاعتصام** لاہور)